معارف القرآن

دلیل نبوت

از جناب مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری

[ہمارے مکرم مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب استاذ جامعہ دار السلام عمر آباد "اقسام القرآن" کے نام سے ایک کتاب تالیف فرما رہے ہیں جس میں ان مقامات کی تشریح کی گئی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی قسم کھائی ہے۔ یہ مضمون اسی کتاب کا ایک باب ہے۔ اس میں ان آیات کی تفسیر ہے جن میں قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے]

سورۂ یٰسین مکہ میں نازل ہوئی ہے اور مکی سورتوں کے طرز بیان کے مطابق اس میں بھی اسلامی اصول وعقائد اور دین فطرت کے بنیادی امور کی تلقین کی گئی ہے اور خصوصاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ سورہ کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے :-

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ (یٰسین - ۱)

حکمت والے قرآن کی قسم کہ (اے محمدؐ!) تم یقیناً خدا کے پیغمبروں میں سے ہو۔ سیدھے راستے پر ہو (یہ قرآن) زبردست (اور) بڑے مہربان (خدا) کی طرف سے اتارا ہوا ہے تاکہ تم (اس کے ذریعہ سے) ایسی قوم (والوں) کو متنبہ کرو جن کے آباو اجداد کو (ان کے برے اعمال کے نتائج سے) نہیں ڈرایا گیا، پس یہ لوگ (اسی وجہ سے) غفلت میں پڑے ہیں۔ یقیناً ان میں سے اکثر لوگوں پر یہ چیز واضح ہو چکی ہے۔ (پھر بھی عناد نفسانیت

کے سبب سے) یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر قرآن کی قسم کھائی ہے اور یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایک دعوے کی صداقت پر جب کسی خاص چیز کی قسم کھائی جاتی ہے تو اُس کا مطلب دراصل یہ ہوتا ہے کہ اس خاص چیز میں اس دعوے کی صداقت کے لیے دلیل موجود ہے گویا مقسم علیہ اور مقسم بہ میں وہی مناسبت ہوتی ہے جو دعوے اور شہادت کے درمیان ہوا کرتی ہے۔ پس یہاں قرآن کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی شانِ اعجاز، اپنی حکیمانہ تعلیمات اور اپنے معارف و حکم کی وجہ سے اس بات پر کھلی گواہی دے رہی ہے کہ آپ خدا کے سچے رسول اور برگزیدہ نبی ہیں۔

کفار و مشرکین کو آپ کی رسالت پر سب سے بڑا شبہ یہ تھا کہ بھلا ہم ہی جیسا ایک انسان جو کھاتا بھی ہو اور پیتا بھی، جو ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہو، شادی بیاہ کرتا ہو، صاحب اولاد ہو اور جس کو عام انسانوں کی طرح تمام انسانی لوازم و حوائج لاحق ہوتے رہتے ہوں، کیونکر ممکن ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا جائے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں اُن کے اس خیالِ باطل کا متعدد مرتبہ ذکر فرمایا گیا ہے۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اَكَانَ	یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا لوگوں کو (اس بات پر)
لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ	تعجب ہوا کہ ہم نے انھیں میں کے ایک انسان پر وحی اتاری
اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	تاکہ وہ ڈرائے (اپنی قوم) کے لوگوں کو اور ایمان والوں کو
اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ	خوش خبری سنا دے کہ ان کے پروردگار کے پاس ان کے لیے بلند مرتبہ
الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ (سورہ یونس ۱)	ہے۔ (کافروں نے کہا کہ بے شک یہ کھلا جادوگر ہے۔

اسی طرح سورۂ اعراف میں حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کو جھٹلانے اور انکار کرنے والوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ (اعراف)

کیا تم نے اس پر تعجب کیا کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک نصیحت آئی تمہیں میں سے ایک شخص کے ذریعہ سے تاکہ وہ تم کو (برے اعمال کے نتائج و عواقب سے) ڈرائے؟

ایک اور جگہ منکرین رسالت کے فاسد خیالات کو اللہ تعالیٰ نے حکایتہً ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (مومنون - ۲)

اور یہ کچھ نہیں مگر تم ہی جیسا ایک آدمی۔ وہی کھاتا ہے جو کچھ تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جو کچھ تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کا کہنا مان لیا تو تم بیشک ناکام رہے۔

انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ اللہ کی طرف سے دنیا میں انسانوں کی رہنمائی اور اصلاح روحانی کے لیے مبعوث ہونے والے انبیاء و رسل انسان نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو انسانوں کے بجائے کچھ اور ہی ہونا چاہیے۔ یا تو وہ فرشتہ ہو یا کم از کم اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہمیشہ لگا رہے جو اس کی پیغمبری کا چار دانگ عالم میں نقارہ بجائے اور اعلان کرتا پھرے۔ ان کی اس زعم باطل کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (فرقان - ۱)

اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے؟ کوئی فرشتہ اسکی طرف کیوں نہیں اترا کہ ڈرانے کیلیے اس (رسول) کے ساتھ ساتھ رہتا؟

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کو نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ انسانوں کی رہبری فرشتے نہیں کر سکتے کیونکہ انسان فرشتوں کا ہم جنس نہیں ہے۔ وہ ان کی زندگی سے دنیا میں استفادہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے منصب رسالت پر خدائے عزوجل کی طرف سے اللہ تعالیٰ انسانوں ہی میں سے ایک انسان کو مامور

فرماتا ہے۔ بالفرض اگر فرشتہ کو رسول و نبی بنا کر بھیجا بھی جاتا تو ضرور تھا کہ اسے بشری جامہ پہنایا جاتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں پھر ان کو وہی شبہ پیش آتا جو اب آرہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (انعام-۱)

اور اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو اُسے بھی آدمی ہی کی صورت میں بناتے، اور (اس طرح) ہم ان کو پھر اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔

ایک دوسری جگہ خداوند پاک نے یہ بھی پورے طور پر واضح فرما دیا ہے کہ کافروں کی فرمائش کے موافق فرشتوں کو اگر ان کے پاس بھیج بھی دیا جاتا اور انھیں ہر ایک نشانی دیدی جاتی پھر بھی نفسانیت رکھنے والے معاندین ایمان نہ لاتے کیونکہ ان کا اصلی مقصود کسی دلیل کا مطالبہ یا حق و صداقت کی جستجو اور تلاش نہیں ہے بلکہ محض حق سے منہ موڑنے کے لیے بہانہ درکار ہے:۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ (انعام-۱۴)

اور اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور اُن سے مُردے باتیں کرتے اور ہم (غیب کی) ہر چیز کو اُنکے سامنے علانیہ نمایاں کر دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے۔ الا یہ کہ اللہ چاہے۔ لیکن اکثر ان میں جاہل ہیں۔

اس شبہ کا جواب دیدیا گیا تو کفار نے کہا کہ اچھا انسان ہی نبی سہی مگر اس کے ساتھ کوئی ایسی نمایاں نشانی تو ہونی چاہیے جس سے ہم جان سکیں کہ یہ نبی ہے ”نشانی“ سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسا محسوس کرشمہ دکھایا جائے جو خارق عادت ہو۔ مگر جب کبھی انہوں نے کوئی نشانی مانگی ان کو یہی جواب دیا گیا کہ اس نبی کی نبوت کے لیے یہ قرآن ہی کافی ثبوت ہے۔ اگر سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو اس کے بعد تمہیں کسی دوسری نشانی کی حاجت ہی نہیں:۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر یہ کتاب

اَلْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ اِنَّ فِىْ ذَالِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (عنکبوت - ۵)

نازل کی ہے جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ بیشک اس میں رحمت ہے اور یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان والے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ آپکے رسول ہونے پر نشانیاں اور معجزات مانگتے رہتے اور اس کے جواب میں ہمیشہ قرآن ہی کی طرف اشارہ کیا جاتا رہا کیونکہ عقل رکھنے والوں کے لیے اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک امی پر نازل ہوا ہے۔ ایک ایسے شخص کی زبان سے ظاہر ہوا ہے جس نے کسی قسم کے صناعی علوم و فنون اکتسابی طور پر حاصل نہیں کیے تھے۔ کہیں کسی معلم سے الٰہیات، اجتماعیات، تاریخ اقوام، علم السیاست، اور اصول قانون کی تعلیم نہیں پائی تھی۔ اور باوجود اس کے وہ ایسی کتاب پیش کر رہا ہے جو حقائق و معارف سے لبریز ہے اور علم و حکمت کے اس انتہائی مرتبہ پر پہنچی ہوئی ہے جس تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔ بس یہی ایک نشانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر برہان قاطع ہے۔ اس کتاب کی جامعیت اور اس کا زمان و مکان کی حدود سے مبرا ہو کر مطلقاً انسان من حیث الانسان کی سعادت سے بحث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کسی خاص زمانے اور کسی خاص ملک یا قوم کے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا میں بسنے والے انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ خواہ کوئی برِ اعظم ایشیا کا رہنے والا ہو یا سرزمین یورپ کا، خواہ افریقہ کے صحراؤں کا ہو، یا ہندوستان کا، چینی ہو یا جاپانی، ترکی ہو یا ایرانی، دنیا کے کسی قطعۂ زمین کا رہنے والا کیوں نہ ہو آپ اس کے لیے بھی ایسے ہی رسول ہیں جس طرح "ام القریٰ" اور اس کے اردگرد کے واسطے ہیں۔ چنانچہ آپ کی عمومیت دعوت کو فرمایا گیا ہے۔

قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف - ۲)

(اے نبی) کہہ دو کہ لوگو! تم سب کی طرف میں اللہ کا رسول ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا - ۳) (اے پیغمبر) آپ کو ہم نے تمام (دنیا کے) لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

بہرحال قرآن مجید ہی آپ کے رسول برحق ہونے کی ایک ایسی اٹل شہادت ہے جو قیام قیامت تک قائم رہنے والی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انسانوں کو ببانگ دہل بار بار اس کا چیلنج دیا ہے کہ اگر تم کو اس دلیلِ شہادت پر کوئی شبہ ہے تو اس جیسا کلام بنا کر پیش کرو۔ لیکن ساری دنیا پر سناٹا چھا گیا اور وہی ہوا جس کی پہلے ہی پیشین گوئی کر دی گئی تھی کہ "تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے"۔ یہی باعث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب منکروں نے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ان کو صاف جواب دیدیا کہ تمہارے سامنے یہ کھلی ہوئی کتاب موجود ہے۔ اسکی موجودگی میں اور کس معجزہ کی حاجت باقی رہتی ہے؟

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (انعام - ۱۴) پس کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ تمہاری طرف یہ واضح کتاب اسی نے اتاری ہے؟

یعنی اس کتاب میں انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے بہترین اصول، قومی و بین الاقوامی مسائل کا عمدہ سے عمدہ حل، دینی و دنیوی ضروریات کے لیے اعلیٰ درجہ کے عقائد و احکام، معاشی و سیاسی اعتبار سے نہایت متوازن اور عالمگیر قوانین موجود ہیں۔ اسکی ایک ایک چیز شہادت دے رہی ہے کہ اس کا مصنف حکمت و دانائی اور کمال بصیرت اور وسعت علم کے اس انتہائی مقام پر ہے جہاں کسی انسان کی نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی پوری نوع انسانی کی رسائی بھی نہیں ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ایسی کتاب کو ایک ایسے شخص پر اتارا گیا ہے جو خود بالکل ہی ان پڑھ اور امی ہے۔ اب اس کے بعد تمہیں اور کس چیز کی ضرورت ہے جو اس کتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر تمہیں یہ بتا سکتی ہو کہ اس شخص کو فی الواقع خدائے تعالیٰ ہی نے اپنی پیغمبری کے منصب پر سرفراز فرمایا ہے؟ اسی لیے قرآن مجید میں

ایک مقام پر فرمایا جاتا ہے:

قُلْ لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس - ۲)

(اے نبی ان سے) کہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا ہوتا تو میں یہ کتاب نہ تو تمہیں سنا سکتا تھا اور نہ تم کو اسکی خبر دے سکتا تھا۔ کیونکہ آخر اس سے پہلے بھی تو میں تم میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں۔ کیا تم اتنا نہیں سوچتے؟

یعنی تمہارے ہی درمیان میں نے اپنی عمر کا ایک کافی حصہ گذارا ہے۔ پورے چالیس برس تم ہی میں بسر کرڈالے ہیں۔ اس طول طویل زندگی کا ایک ایک گوشہ تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ کیا کبھی چالیسویں سال سے پہلے بھی تم نے میری زبان سے یہ علوم و معارف اور یہ حکمت و دانائی کی باتیں سُنی ہیں؟ کیا کبھی اس سے پہلے بھی میں نے عالم غیب کے متعلق تم سے کوئی بات کی؟ کیا کبھی میں نے اس سے پہلے بھی اقوام قدیمہ کی تاریخ پر کوئی تبصرہ کیا یا پچھلے زمانہ کے انبیاء کا کبھی ذکر کیا؟ کیا اس سے پہلے بھی اخلاق، سیاست، تمدن و معاشرت اور قانون کے مسائل پر تم نے کوئی گفتگو کرتے ہوئے مجھے دیکھا؟ کیا کبھی اس سے پہلے بھی تم نے میری زبان سے قرآن جیسا کلام سُنا جو اپنے مضامین، خیالات، اسلوب بیان، طرزِ ادا، اور الفاظ و معانی کے اعتبار سے اس قدر انوکھا اور اپنی بے مثل فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اتنا دل نشین اور اچھوتا ہو؟ اگر نہیں، تو اس امر میں شک و شبہ کی کیا گنجائش ہے کہ یہ کلام بلا عنت نظام کسی علیم و حکیم کی طرف سے مجھ پر نازل ہو رہا ہے، میرے اپنے دماغ کی پیداوار نہیں ہے؟ تمہیں معجزہ درکار ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص بچپن سے جوانی تک تمہارے سامنے جنگل میں بکریاں چراتا رہا ہے، اور جس نے چرواہے کی زندگی چھوڑنے کے بعد تجارتی کاروبار میں اپنا سارا وقت صرف کیا ہے، اور جس کو دنیوی علوم کی کبھی ہوا بھی نہیں لگی ہے، وہ یکایک تمہارے سامنے وہ بے نظیر کتاب پیش کر دیتا ہے جس کی نظیر ساری دنیا کے علماء مل کر بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اسی مضمون کی

طرف اس آیت میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے :-

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (عنکبوت-۵)

(اے پیغمبر!) اور تم اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ (اگر تم نے پہلے ایسا کام کیا ہوتا) تب تو باطل پرست شک میں پڑ بھی سکتے تھے۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ - وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے ایک "روح" بھیجی، تم نہ جانتے تھے (اس سے پہلے) کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (جانتے تھے)۔ لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنا دیا جس کے ذریعہ سے ہم راستہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔ اور بیشک تم صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہو۔

کتب آسمانی توریت و انجیل وغیرہ پر جن لوگوں کی نظر تھی، جو آسمانی کتابوں کے مضامین اور انداز بیان سے واقف تھے، جو خدائی کلام اور انسانی کلام کا فرق سمجھنے میں جوہری کی سی بصیرت رکھتے تھے، اور جن میں حق پسندی و انصاف کا مادّہ بھی موجود تھا انہوں نے قرآن کو سن کر صاف طور پر اس بات کا اقرار کیا کہ بلا شبہ یہ خدا کا کلام ہے اور خدا ہی کا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ان کے اس اقرار کا بھی حوالہ دیا گیا ہے :-

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔

کیا ان کے واسطے یہ بات نشانی نہیں ہے کہ علماء بنی اسرائیل اس کو جانتے ہیں؟

اس پوری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سورۂ یٰس کے آغاز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دعویٰ پیش کرنے سے پہلے قرآن حکیم کی جو قسم کھائی گئی ہے اس سے مقصد دراصل یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر

قرآن حکیم ہی بہترین شاہد ہے اور اس دعوے کا سب سے زیادہ قوی ثبوت ہے۔

سورۃ ص یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور دوسرے صحابہ و تابعین کا یہی بیان ہے اور اس کے علاوہ سورت کا موضوع خود اپنے مضامین اور اسلوب بیان کے لحاظ سے اس کے مکی ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔ اس سورت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ پچھلی قوموں کی تباہی و بربادی کا اصلی سبب یہ تھا کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء و مرسلین کی تکذیب کی اور ان کے پیش کردہ حقائق کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کا مذاق اڑایا حالانکہ ان کو خدائے قدوس کی درگاہ میں عبودیت و نیازمندی کا سر جھکانا اور بندگی کا اقرار و اعتراف کرنا چاہیے تھا پس اگر آج بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی قرآنی دعوت کے ساتھ ان منکروں کا یہی معاملہ رہا تو ان لوگوں کی بھی وہی گت بن جائے گی جو ان سے پہلوں کی ہو چکی ہے۔ ان کی خیر اسی میں ہے کہ انکار کے بجائے اقرار، اور جحود کے بجائے انابت الی اللہ اختیار کریں تاکہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ رہیں۔ اور اگر ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں کوئی شک و شبہ ہے تو آپ کے لائے ہوئے خداوندی پیغام (قرآن مجید) پر غور و فکر کے ساتھ تدبر کریں۔ کیونکہ اس سے ان کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ پند و نصائح اور مواعظ سے لبریز اور حقیقت کو پورے طور پر سمجھا دینے والی کتاب خدا ہی کی طرف سے ہے۔ اسی مناسبت سے سورۃ کی ابتداء میں قرآن مجید کی قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ وَعَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ (ص - ۱)

اس سمجھانے والے قرآن کی قسم جن لوگوں نے کفر کیا در اصل وہ غرور اور ضد میں مبتلا ہیں۔ ان سے پہلے (ایسی ہی) بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا (اور جب انکی ہلاکت کا وقت آیا تو) وہ پکار اٹھے کہ ہائے اب چھٹکارے کا وقت باقی نہ رہا۔ انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے۔

ان آیات میں قرآن مجید کی قسم اس مناسبت سے کھائی گئی ہے کہ یہ موعظت و بصیرت سے بھری ہوئی کتاب ہے، جس میں سب کچھ انسان کی فلاح وبہبود اور اسکی بھلائی ہی کے لیے بیان کیا گیا ہے، اور کوئی ایسی بات اس میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی جو آدمی کو خسران و ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہو، خود اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جو لوگ اسکی ہدایت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ محض ہٹ دھرمی اور ضد میں مبتلا ہیں، اور اپنی فلاح کا راستہ چھوڑ کر اپنی ہلاکت کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ ان کے انکار کا اصلی سبب یہ نہیں ہے کہ یہ کتاب راہ راست دکھانے میں قاصر ہے یا اس کا لانے والا اس کلام کی تبلیغ وتبیین اور تعلیم میں کوئی کوتاہی کر رہا ہے۔ بلکہ ان منکروں کے انکار کا اصلی اور حقیقی سبب خود انہیں کے عدم توازن، جاہلانہ غرور، نفس پرستی، اور شخصی یا خاندانی اغراض کی بندگی ہے جسکی وجہ سے ان کی عقلوں پر قدامت پرستی، جہالت اور تعصب کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان جذبات سے پاک ہو کر اس کتاب کو صاف نگاہ سے دیکھیں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں تو اس پیغام اور پیغام کی سچائی روشن ہو جائیگی اور صراط مستقیم ان کو نظر آجائیگی۔ ورنہ انہیں جان لینا چاہیے کہ راست روی چھوڑ کر کج روی اختیار کرنے کا انجام بہر حال وہی ہونا ہے جو پچھلی امتوں کا ہو چکا ہے۔ کاش کہ انکی تاریخ ہی ان کے لیے عبرت کی موجب ہو اور یہ لوگ نظر اعتبار سے کام لیں فھل من مدکر؟ (باقی)